WWW.NAFSEISLAM.COM

تعارف

سُورہ اِقرأ

نام : اس کو سُورۃ "العلق" اور سورۃ "اقرأ" دونوں ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ "العلق" دُوسری آیت میں مذکور ہے۔ اور "اقرأ" سے اس کا آغاز کیا گیا ہے اس میں ایک رکوع، اُنیس آیتیں، بانوے کلمے اور دو سو اسّی حروف ہیں۔

نزول : صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک کثیر تعداد جن میں اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، ابن عباس، ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم کے اسماء سرِ فہرست ہیں اور بے شمار علمائے تفسیر کا یہ قول ہے کہ نزولِ قرآن کا آغاز اسی سورت کی پہلی پانچ آیتوں سے ہُوا۔ بقیہ آیات بعد میں نازل ہوئیں۔

مضامین : جس طرح اُوپر بتایا گیا ہے۔ یہ سورت دو حصّوں پر مشتمل ہے۔ پہلی پانچ آیتیں جبریل امین لے کر پہلی مرتبہ غارِ حِرا میں تشریف لائے اور پہلی وحی آکر تعلیم کی جس کی تفصیلاً آپ آیات کی تشریح کے ضمن میں مطالعہ کریں گے۔

سورت کا دُوسرا حصّہ بعد میں اُس وقت نازل ہُوا جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حرم شریف میں نماز پڑھنی شروع کی۔ حضور کا اندازِ عبادت اہلِ مکّہ کے لیے بالکل انوکھا تھا۔ لوگ دیکھ کر حیران ہوتے اور گزر جاتے۔ لیکن اَبُوجہل جو جہالت اور اُجڈپن میں اپنی مثال آپ تھا وہ اس اندازِ عبادت کو دیکھ کر ضبط نہ کر سکا اور دھمکیاں دینی شروع کر دیں۔ اس کی حماقت اور حرماں نصیبی پر ناراضگی کا اظہار فرمایا جا رہا ہے۔

نیو سنٹرل جیل سرگودھا

۱۰ - ۴ - ۷۷

سُوْرَةُ الْعَلَقِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ هِيَ تِسْعَ عَشْرَةَ اٰيَةً

سورۃ العلق مکی ہے — اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ — اس میں انیس آیات ہیں

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ﴿١﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ﴿٢﴾

آپ پڑھیے اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے (سب کو) پیدا فرمایا [1] پیدا کیا انسان کو جمے ہوئے خون سے [2]

[1] مفسرین کا تقریباً اس پر اتفاق ہے کہ سب سے پہلے اسی سورت کی پہلی پانچ آیتیں نازل ہوئیں۔ اس سلسلہ میں سب سے صحیح روایت وہ ہے جس کی راویہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔ جسے امام بخاری اور امام مسلم نے صحیحین میں روایت کیا ہے جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

حضرت ام المومنین کہتی ہیں کہ وحی کی ابتدا سچی خوابوں کی صورت میں ہوئی۔ جو خواب آپ رات کو دیکھتے دن کو اس کی تعبیر ہو بہو وہی سامنے آجاتی۔ کچھ عرصہ یہ سلسلہ جاری رہا۔ پھر حضور کے دل میں خلوت گزینی کا شوق پیدا ہوا۔ مکہ سے چند میل کی مسافت پر ایک غار ہے جسے غار حرا کہتے ہیں جس کا راستہ بڑا کٹھن ہے۔ حضور اس غار میں تشریف لے جاتے۔ چند روز وہاں قیام فرماتے اور مشغول عبادت رہتے۔ پھر گھر لوٹ آتے اور کچھ وقت گھر ٹھہرنے کے بعد کھانے پینے کی کچھ چیزیں لے کر حرا کی تنہائیوں میں آکر مصروف عبادت ہو جاتے۔ کافی مدت یہی دستور رہا۔ ایک رات آپ اسی غار میں مصروف ذکر و فکر تھے کہ جبریل امین آئے اور کہا اِقْرَاْ۔ آپ پڑھیے۔ حضور نے فرمایا مَا اَنَا بِقَارِئٍ: میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ جبریل نے آپ کو سینے سے لگا کر خوب زور سے بھینچا جس سے آپ کو کافی تکلیف پہنچی۔ پھر جبریل نے کہا اقرأ۔ آپ نے اب بھی وہی جواب دیا۔ جبریل نے دوسری بار پھر سینے سے لگا کر خوب بھینچا اور کہا اقرأ۔ حضور نے پھر بھی وہی جواب دیا۔ جبریل نے تیسری بار بھی زور سے سینے سے لگا کر بھینچا اور کہا اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ تا مَا لَمْ يَعْلَمْ۔ حضور نے یہ پانچ آیتیں تلاوت فرمادیں۔ اس ناگہانی واقعہ سے حضور پر خوف طاری ہو گیا۔ گھر لوٹے۔ دہشت سے دل کانپ رہا تھا۔ حضرت خدیجہ کو فرمایا زَمِّلُوْنِيْ، زَمِّلُوْنِيْ۔ مجھ پر کپڑا ڈال دو مجھ پر کپڑا ڈال دو۔ انہوں نے کپڑا ڈال دیا۔ جب دہشت و سراسیمگی دور ہو گئی تو حضور نے سارا واقعہ حضرت خدیجہ سے بیان کیا اور فرمایا مجھے تو اپنی جان کا اندیشہ ہے۔ آپ کی دانشمند رفیقۂ حیات نے تسلی دیتے ہوئے جواباً عرض کیا کہ یہ اندیشہ آپ ہرگز نہ کریں۔ بخدا آپ کو اللہ تعالیٰ کبھی رسوا نہیں کرے گا۔ صلہ رحمی آپ کا شیوہ ہے۔ لوگوں کا بوجھ آپ برداشت کرتے ہیں۔ ناداروں کی امداد کرتے ہیں۔ مہمان کی خاطر تواضع آپ کا شعار ہے۔ مصیبت کے وقت لوگوں کی امداد کرنا آپ کا طریقہ ہے۔ پھر حضرت خدیجہ آپ کو اپنے ہمراہ ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جو ان کا چچا زاد بھائی تھا اور زمانہ جاہلیت میں عیسائی مذہب اختیار کر چکا تھا اور انجیل کو عبرانی زبان سے عربی زبان میں لکھا کرتا تھا۔ اب وہ بہت بوڑھا ہو چکا تھا اور بینائی جاتی رہی تھی۔ حضرت خدیجہ نے ورقہ سے کہا اے میرے چچا کے بیٹے! ذرا اپنے بھتیجے کی بات سنو۔ ورقہ نے کہا بتائیے آپ نے کیا دیکھا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ ورقہ نے سن کر کہا کہ آپ پر وہی ناموس (روح الامین) نازل ہوا ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا کرتا تھا۔ کاش! میں اس وقت طاقتور ہوتا۔ کاش! میں اس

اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝٣ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝٤ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ

پڑھیے آپ کا رب بڑا کریم ہے ۳؎ جس نے علم سکھایا قلم کے واسطہ سے ۴؎ اسی نے سکھایا انسان کو

وقت زندہ ہوتا جس وقت آپ کی قوم آپ کو جلاوطن کرے گی۔ حضورؐ نے فرمایا کیا وہ مجھے یہاں سے نکال دیں گے اور قہ نے کہا بیشک جو بھی وہ چیز لے کر آیا جو آپ لے کر آئے ہیں تو اسے اذیت دی گئی۔ اگر اس وقت میں زندہ ہوا تو آپ کی بھرپور امداد کروں گا۔ اس کے بعد ورقہ جلد انتقال کر گئے۔

حکم ہو رہا ہے کہ اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھنا شروع کرو۔ پہلی آیت میں ہی ربوبیت کی اضافت اس ضمیر کی طرف کی جس کا مرجع آپ ہیں۔ اس میں جو لطف ہے وہ اہل ذوق پر مخفی نہیں۔ نیز اس سے یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ بعثت سے پہلے بھی حضورؐ کو اپنے رب کا عرفان حاصل تھا اسی لیے تو یہ کلمات استعمال ہوئے۔ اگر عرفان نصیب نہ ہوتا تو پہلے رب کی پہچان کرائی جاتی اس کے بعد اس کا نام لے کر پڑھنے کا حکم دیا جاتا جو کائنات کی ہر چھوٹی بڑی چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔ یہاں خَلَقَ کا مفعول کل شیئ محذوف ہے۔

۲؎ انسان کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفتِ تخلیق کا شاہکار ہے اس لیے خصوصیت سے اس کا ذکر فرمایا۔ ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا کہ انسان کی آفرینش کی ابتدا جمے ہوئے خون کے لوتھڑے سے کی گئی۔ ایک حقیر لوتھڑے سے اس سراپا کمال وجمال انسان کا پیدا کرنا اس کی شان کبریائی اور عظمت کی روشن دلیل ہے۔ نیز انسان کو بھی اس کی حقیقت سے آگاہ کر دیا تاکہ وہ گھمنڈ اور غرور کا شکار ہو کر اپنے خالق کا انکار اور اس کے احکام سے سرتابی نہ شروع کر دے۔

۳؎ حضورؐ نے جبرئیل کو تین بار جواب دیا کہ مَا اَنَا بِقَارِیٍٔ۔ آخر میں جبرئیل نے عرض کیا کہ اقرأ باسم ربك الذی خلق کہ آپ پڑھیے اور یہ فکر نہ کیجیے کہ میں جب پڑھنا نہیں جانتا تو کیونکر پڑھوں۔ یہ کوئی عذر نہیں۔ آپ خود تو نہیں پڑھ رہے آپ اپنے رب کا نام لے کر پڑھ رہے ہیں اور اس کی شان کریمی کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔ جب وہ پڑھنے کا حکم دے اور آپ اس کا نام لے کر پڑھنا شروع کریں تو پھر آپ کو علوم و معارف سے سیراب کر دینا اس کا کام ہے۔ کریم کے بجائے اکرم فرمایا۔ یا تو یہ رَبُّكَ کی خبر ہے یا اس کی صفت۔ کریم کے بجائے اکرم فرمایا تاکہ مزید مبالغہ ہو۔ ای الذی لہ الکمال فی زیادۃ کرمہ علی کل کریم حیث ینعم بلا غرض مالایمکن احصاءہ کمًّا وکیفًا (مظہری) اکرم میں کریم سے بھی زیادہ مبالغہ ہے اور اکرم اس کو کہتے ہیں جو بلا غرض انعام کرے اور اتنا کرے جس کے کم وکیف کا شمار نہ ہو سکے۔

۴؎ اس کی شان کریمی کا ایک جلوہ یہ ہے کہ اس نے قلم کو تعلیم کا واسطہ بنا دیا۔ علم کی نشر و اشاعت میں قلم کا جو حصہ ہے وہ محتاجِ بیان نہیں۔ قدیم زمانہ کے علماء و فضلاء کے علوم کو اگر قلم کے ذریعے صفحۂ قرطاس پر تحریر نہ کر دیا جاتا تو صدہا سال بعد آج ہم ان سے کیونکر استفادہ کر سکتے۔ اگر قلم کا واسطہ نہ ہوتا تو آج زمین کے دور دراز گوشوں میں بسنے والے فضلاء کی تحقیقات اور نگارشات سے دور بسنے والے کیونکر مستفید ہو سکتے۔ یہ قلم ہی کی برکت ہے کہ علم کا کارواں آج ان رفعتوں پر خیمہ زن ہے اور مزید بلندیوں کو سر کرنے کا عزم کیے ہوئے ہے اور جب تک قلم کا فیض جاری رہے گا علوم و فنون میں ترقی اور اضافہ ہوتا رہے گا۔

وہ جس طرح قلم کے ذریعے سے علوم و معارف کی دولت سے اپنے بندوں کو مالا مال کر رہا ہے وہ جب چاہتا ہے تو قلم

مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝٥ كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى ۝٦ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ۝٧

جو وہ نہیں جانتا تھا ۵ ہاں ہاں! بے شک انسان سرکشی کرنے لگتا ہے ۶ اس بنا پر کہ وہ اپنے آپ کو مستغنی دیکھتا ہے

اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ۝٨ اَرَءَيْتَ الَّذِىْ يَنْهٰى ۝٩ عَبْدًا اِذَا

(اے غافل!) یقیناً تجھے اپنے رب کی طرف ہی پلٹنا ہے۔ (اے حبیب!) آپ نے دیکھا اسے جو منع کرتا ہے ۸ ایک بندے کو جب وہ

کے سوا بھی جس کے سینے کو چاہے انوار و تجلیات کی جلوہ گاہ بنا دیتا ہے اور بغیر کسی واسطہ کے اس کا دل علم کی روشنی سے بقعۂ نور بن جاتا ہے
کما علم سبحانہ القاری بواسطۃ الکتابۃ بالقلم یعلمک بدونہا۔

۵ انسان کو جو کچھ سکھایا ہے اللہ تعالیٰ نے ہی سکھایا ہے۔ سارے علوم و فنون، اسرار و معارف، اکتشافات و ایجادات اسی کے بے پایاں علم کی نہریں ہیں۔ جتنا چاہتا ہے، جس کو چاہتا ہے اور جس وقت چاہتا ہے عطا فرما دیتا ہے۔ ابو البشر آدم علیہ السلام کو علم الاسماء اسی نے تعلیم کیا۔ انبیائے کرام کے سینوں کو رشد و ہدایت کے نور سے اسی نے منور کیا۔ سابقہ آیت میں عَلَّمَ فعل ذکر کیا مفعول ذکر نہیں کیا۔ یہاں فعل اور مفعول دونوں ذکر کیے تاکہ اس کی قدرت کے کمال پر دلالت کریں۔ علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں
والاشعار بانہ تعالیٰ یعلمہ علیہ الصلوٰۃ والسلام من العلوم مالا یحیط بہ العقول مالا یخفی۔ اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اتنے علوم سکھائے کہ جن کا احاطہ عقلیں نہیں کر سکتیں۔ (روح المعانی)

علامہ پانی پتی لکھتے ہیں یحتمل ان یکون المراد بالانسان محمدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔۔۔ فاللہ سبحانہ علم نبیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بتلک الغطات الثلاث علوم الاولین والاخرین۔ (مظہری) یعنی ممکن ہے کہ اس آیت میں الانسان سے مراد محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوں۔ پس اللہ تعالیٰ نے جبرئیل کے تین بار بھینچنے سے اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اولین و آخرین کے علوم سکھا دیے۔

۶ یہ آیات پہلی پانچ آیات کے نزول کے کافی دنوں بعد نازل ہوئیں۔ پہلے تو یہ بتایا کہ کم ظرف انسان کا رویہ یہ ہوتا ہے کہ جب اس کے پاس مال و دولت کی فراوانی ہو جاتی ہے اور ایک طاقتور جتھہ اس کا فرماں بردار بن جاتا ہے تو وہ اپنے آپ کو اپنے رب سے بھی مستغنی سمجھنے لگتا ہے گویا اس نے اپنے خدا سے جو کچھ لینا تھا لے لیا۔ اب اسے اس کی العیاذ باللہ کوئی ضرورت نہیں اور جب اس کی یہ کیفیت ہو جاتی ہے تو وہ سرکشی اختیار کرتا ہے۔ نہ اسے اللہ تعالیٰ کے کسی فرمان کی پروا ہوتی ہے اور نہ اس کے بھیجے ہوئے رسول کے ارشادات کو وہ قابل اعتنا سمجھتا ہے جو اس کے جی میں آتا ہے کر گزرتا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر وہ ہفت کشور کا سلطان بھی بن جائے اگر دنیا بھر کی دولت بھی وہ جمع کر لے تو پھر بھی وہ ایک بے بس انسان ہے جب اس کی موت کا وقت آئے گا تو فرشتۂ اجل اس کی اکڑی ہوئی گردن مروڑ کر رکھ دے گا اور آخر کار اسے اس کے پروردگار کے دربار میں جواب دہی کے لیے پیش ہونا پڑے گا۔ اس وقت اس کو اپنی ناتوانی اور بے نوائی کا احساس ہوگا۔

۷ اس میں ایک خاص واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ ابو جہل نے لات و عزیٰ کی قسم کھا کر کہا کہ اگر اس

صَلّٰى ﴿١٠﴾ اَرَءَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰٓى ﴿١١﴾ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰى ﴿١٢﴾

نماز پڑھتا ہے۔ بھلا دیکھیے تو اگر وہ ہدایت پر ہوتا ۲۳ یا پرہیزگاری کا حکم دیتا (تو اس کے لیے کتنا بہتر ہوتا)

اَرَءَيْتَ اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿١٣﴾ اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ﴿١٤﴾

آپ نے دیکھ لیا اگر اس نے جھٹلایا اور روگردانی کی۔ کیا نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ (اسے) دیکھ رہا ہے۔

كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ لَنَسْفَعًۢا بِالنَّاصِيَةِ ﴿١٥﴾ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ

خبردار اگر وہ (اپنی روش سے) باز نہ آیا تو ہم ضرور (اسے) گھسیٹیں گے اس کی پیشانی کے بالوں سے۔ وہ پیشانی جو جھوٹی (اور)

نے پھر حضور کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو العیاذ باللہ وہ حضور کی گردن کو روند دے گا اور آپ کے منہ کو خاک آلود کر دے گا۔ لیطأن علی رقبتہ ولیعفرن وجہہ۔ ایک دن اس نے حضور کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو آگے بڑھا تاکہ اپنی قسم پوری کرے۔ جب اس بری نیت سے اکڑ پھرتے ہوئے نزدیک پہنچا تو لوگوں نے دیکھا کہ وہ پیچھے ہٹ رہا ہے اور اپنے ہاتھوں سے کسی چیز کو پرے ہٹانے کی کوشش کر رہا ہے۔ پوچھا کیا ہوا کیوں پیچھے ہٹ آئے بکنے لگا جب میں نزدیک ہوا تو مجھے ان کے درمیان اور اپنے درمیان ایک خندق دکھائی دی جو آگ سے بھری ہوئی ہے اور اس سے شعلے اٹھ رہے ہیں۔ حضور نے ارشاد فرمایا اگر وہ میرے نزدیک آنے کی جرأت کرتا تو فرشتے اس کا انگ انگ جدا کر دیتے۔ اس وقت یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

۲۳ اگر ابوجہل ہدایت قبول کر لیتا اور لوگوں کو بھی تلقین کرتا کہ وہ تقویٰ اختیار کریں تو اس کے لیے کتنا اچھا ہوتا۔ اب جب اس نے ایسا نہیں کیا بلکہ میرے نبی کریم کی تکذیب کی اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری سے روگردانی کر لی ہے تو کیا اب وہ عذاب الٰہی سے بچ سکتا ہے؟ کیا وہ نہیں جانتا کہ اس کے سارے کرتوتوں کو اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے اور اس کا یہ طریقہ ہے کہ اس قسم کے نابکار مجرموں کو وہ بڑے شدید عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے۔

ان آیات کا ایک اور مفہوم بھی بیان کیا گیا ہے:

یہاں اَرَءَیْتَ کا کلمہ تین مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ دوسرے اَرَءَیْتَ میں ضمیر خطاب کا مرجع ابوجہل ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ اے ابوجہل تو جس بندے کو نماز سے منع کرتا ہے اگر وہ ہدایت پر ہو اور لوگوں کو تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دے رہا ہو تو پھر تمہارا انجام کیا ہوگا؟ وہ ہدایت یافتہ انسان جو تقویٰ کا نور پھیلانے میں کوشاں ہو اس کو ایسے نیک کام سے منع کرنے والا کیا غضب الٰہی سے بچ سکتا ہے؟

خَاطِئَةٍ ﴿١٦﴾ فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ ﴿١٧﴾ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ﴿١٨﴾ كَلَّا

خطاکار ہے۔ ۹؎ پس وہ بلالے اپنے ہم نشینوں کو (اپنی مدد کے لیے) ہم بھی جہنم کے فرشتوں کو بلائیں گے۔ ہاں ہاں!

۹؎ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک روز مقام ابراہیم پر نماز ادا کر رہے تھے کہ ابوجہل کا وہاں سے گزر ہوا اور گستاخانہ لہجے میں کہنے لگا کہ کیا میں نے تمہیں نماز پڑھنے سے روکا نہیں، تم پھر وہی کام کر رہے ہو۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے بڑا کڑا کیلا جواب دیا۔ ابوجہل بولا اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تو مجھے کیونکر دھمکی دے سکتا ہے۔ اعوان و انصار کی جتنی جمعیت میرے پاس ہے بطحا کی ساری وادی میں اور کسی رئیس کے پاس نہیں۔ ایک آواز دوں تو ساری وادی میں تل دھرنے کے لیے بھی جگہ نہ رہے۔ اس وقت جبرئیل امین یہ آیات لے کر نازل ہوئے جن میں بتایا گیا کہ اگر یہ نابکار اپنی گستاخیوں سے باز نہ آیا تو ہم اس کو اس کی پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر زمین پر گھسیٹیں گے اور یہ پیشانی لوگوں کی نظروں میں تو مکہ کے ایک رئیس کی پیشانی ہے، قریش کے ایک نامور سردار کی پیشانی ہے، لیکن درحقیقت یہ ایک ایسے شخص کی پیشانی ہے جو جھوٹا ہے، جو غلط کار ہے۔ ایسے شخص کی پیشانی اس قابل ہے کہ اسے مٹی میں خوب رگڑا جائے اور اسے خاک مذلت پر گھسیٹا جائے۔ اگر وہ اپنے ہم نشین دوستوں اور مددگاروں کو بلائے گا تو ہم جہنم کے فرشتوں کو حکم دیں گے کہ اس نابکار کی اور اس کے اعوان و انصار کی تکہ بوٹی کر دیں۔

زبانیۃ: ملائكة العذاب وهو فى الاصل الشرط اى اعوان الولاة وسمى ملائكة العذاب بذالك لدفعهم، زبانیہ: عذاب کے فرشتوں کو کہتے ہیں۔ اس کا اصل معنی پولیس ہے جو افسروں کی اعانت پر مقرر ہوتی ہیں۔ ملائکہ عذاب کو زبانیہ اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ مجرموں کو دھکے دے کر جہنم میں پھینکیں گے۔

ان آیات میں جو مشکل الفاظ ہیں ان کی تشریح بھی سن لیجیے:

لَنَسْفَعًا: اصل میں لَنَسْفَعَنْ ہے جو مضارع جمع متکلم کے آخر میں نون تاکید خفیفہ ہے لیکن قرآن کے رسم الخط کا اتباع کرتے ہوئے اسے لَنَسْفَعًا کی صورت میں لکھا گیا ہے۔ یہ سفع سے ماخوذ ہے۔ قال المبرد: السفع الجذب بشدة: کسی چیز کو زور کے ساتھ کھینچنا۔ وقيل: السفع الضرب: طمانچہ مارنا۔ وقيل هو ماخوذ من سفعته النار والشمس اذا غيرت وجهه الى حال تسويد۔ آگ اور دھوپ کی وجہ سے جب کسی کے چہرے کی رنگت سیاہی مائل ہو جائے۔

ناصیۃ: شعر مقدم الراس۔ پیشانی پر جو بال ہوتے ہیں انہیں ناصیہ کہتے ہیں۔ یعنی ہم اسے پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر اس کے منہ پر تھپڑ رسید کریں گے اور اسے گھسیٹتے ہوئے جہنم میں پھینک دیں گے۔ ناصیہ کا معنی تو پیشانی کے بال ہے لیکن اس سے مراد پورا شخص بھی ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں کاذبۃ خاطئۃ کا معنی یہ ہوگا کہ یہ نابکار سراسر جھوٹا اور خطاکار ہے۔

نادیہ: اهل مجلسه وعشيرته انسان کے ہم نشین اور اس کے قبیلہ والوں کو نادی کہتے ہیں۔

زبانیۃ: یہ جمع ہے۔ اس کے واحد کے بارے میں کئی اقوال ہیں۔ کسائی کا قول ہے کہ اس کا واحد زبنی ہے۔ اخفش کی رائے ہے کہ اس کا واحد زابنٌ ہے۔ ابوعبیدہ کہتے ہیں زِبْنِيَة ہے۔ بعض نے زبانی بتایا ہے۔ بعض علمائے لغت کے نزدیک یہ اسم جمع ہے جیسے

لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۩ ۱۹

اس کی ایک نہ سنیے، اے حبیب! سجدہ کیجیے اور (ہم سے) اور قریب ہو جائیے ۵۱

ابابیل اور عبادید۔ جن کی پکڑ بہت سخت ہو اہلِ عرب انہیں زبانیہ کہتے ہیں۔ قال الشاعر:

مطاعیم فی القصوی مطاعین فی الوغی　　زبانیۃ غلب عظام حلومہا

ترجمہ: وہ لوگوں کو خوب کھانا کھلانے والے ہیں اور جنگ میں ان کی نیزہ بازی بہت سخت ہے۔ ان کی گرفت بہت شدید ہے ان کی گردنیں موٹی ہیں اور ان کی عقلیں بہت بڑی ہیں۔ آیت میں اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو اپنی جسامت کے لحاظ سے بڑے گرانڈیل اور برتاؤ کے اعتبار سے بڑے سخت اور کرخت ہیں۔

۵۱ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہیں کہ اس جھوٹے بدکار کی بات مت مانیے۔ یہ اگر نماز پڑھنے سے منع کرتا ہے تو اس کی پروا نہ کیجیے۔ آپ اپنے پروردگار کی جناب میں ہمیشہ سجدے کرتے رہیے اور کثرت سجود سے اس کا قرب حاصل کرتے رہیے۔

حضرت ثوبانؓ فرماتے ہیں کہ مجھے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے نصیحت فرمائی۔ علیک بکثرۃ السجود فانہ لا تسجد للہ تعالیٰ سجدۃ الا رفعک اللہ بہا درجۃ وحط عنک بہا خطیئۃ۔

اے ثوبان! کثرت سے سجدہ کیا کرو کیونکہ جب تو اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ ہر سجدے کے ساتھ تیرا ایک درجہ بلند کرے گا اور تیری ایک خطا معاف کرے گا۔

حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا اقرب ما یکون العبد من ربہ وھو ساجد کہ بندہ اپنے رب کے نزدیک سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے جب وہ سجدہ کر رہا ہو۔

صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جب یہ آیت پڑھتے تو سجدۂ تلاوت ادا فرماتے۔

○

اللّٰھم وفقنا ان نسجد لک ونقترب الیک یا ارحم الراحمین وصل وسلم وبارک علی حبیبک الکریم وعلی آلہ واصحابہ ومن تبعہ الی یوم الدین۔

○